السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

حضرت ام المومنین عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما نے افشاء راز پیغمبر خدا کا کیا، جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ تحریم میں بتاکید توبہ دی ہے اور بعدہ اللہ تعالیٰ نے فعل کو ان کے بلفظ کفر تعبیر فرما کر مثال اُن ہر دو کے دی ہے، جو دونوں کافرہ تھیں اور وہ دونوں حالتِ کفر میں مریں، پس ایسی نص صریح کے مقابلے میں کس آیت قرآنی سے اُن کی توبہ کا ثبوت ہوگا؟ امید ہے کہ ثبوت اس کا نص قرآنی سے i بزرگواروں کی ساتھ زنانِ نوح ولوط فرمایا جائے گا، چونکہ یہ اعتراض شیعوں کی جانب سے ہے۔ اگر انھیں کی معتبر کتابوں سے ثابت کیا جائے تو بہت خوب ہوگا۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اس سوال میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر دو الزام قائم کیے گئے ہیں اور ان دونوں الزاموں کی نسبت قران میں نص صریح کے وجود کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ :

اول : ان دونوں بیبیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو فاش کیا اور اس وجہ سے اللہ نے توبہ کا حکم نازل کیا تو جب تک ان کی توبہ قرآن سے ثابت نہ ہو، اس وقت تک قابلِ تسلیم نہیں۔

دوم : اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بیبیوں کے فعل کی تعبیر بلفظ کفر کی ہے اور ان کی مثل زنانِ نوح اور لوط i کے ساتھ دی ہے۔

الزام اول دو وجہ سے مدفوع ہے:

اولاً : کسی آیت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا افشائِ راز کیا، بلکہ سورت تحریم میں پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے عتاب کے قالب میں خطاب فرمایا ہے کہ اپنی بیبیوں کی خاطر سے اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کیوں کرتے ہو؟

[قال اللہ تعالیٰ : يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ ٱللَّهُ لَكَ تَبۡتَغِي مَرۡضَاتَ أَزۡوَٰجِكَ [التحریم : ۱

[اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا ہے؟ تو اپنی بیویوں کی خوشی چاہتا ہے]

پھر اس کو معاف بھی کر دیا اور فرمایا : وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ التحریم : ۱] [اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے] اس کے بعد جن بیبیوں نے افشاء راز کیا، جس کا علم صحیح قطعی اللہ ہی کو ہے کہ وہ فلاں فلاں بیبیاں تھیں، اُن کا ذکر مبہم فرمایا۔ کما قال : وَإِذۡ أَسَرَّ ٱلنَّبِيُّ إِلَىٰ بَعۡضِ أَزۡوَٰجِهِۦ حَدِيثٗا فَلَمَّا نَبَّأَتۡ بِهِۦ وَأَظۡهَرَهُ ٱللَّهُ عَلَيۡهِ۔۔۔ التحریم : ۳] [اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی، پھر جب اس (بیوی) نے اس بات کی خبر دے دی] اس کے بعد افشاء راز کرنے والی بیبیوں کو توبہ کی ہدایت فرمائی۔ کما قال : إِن تَتُوبَآ إِلَى ٱللَّهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوبُكُمَا التحریم : ۴] [اگر تم دونوں اللہ کی طرف توبہ کرو (تو بہتر ہے) کیونکہ یقینا تمھارے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں]

اس کے بعد یہ نصیحت فرمائی کہ اگر تم لوگ آپس میں صلاح و مشورہ کی مدد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دو گی تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مولا خود اللہ ہے اور جبرئیل اور صلحاے مومنین اور کل فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم بیبیوں کو طلاق دے دیں گے تو اللہ تعالیٰ اُس کے بدلے میں اچھی اچھی بیبیاں مومنہ صالحہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے گا۔

[کما قال اللہ تعالیٰ : وَإِن تَظَٰهَرَا عَلَيۡهِ فَإِنَّ ٱللَّهَ هُوَ مَوۡلَىٰهُ وَجِبۡرِيلُ وَصَٰلِحُ ٱلۡمُؤۡمِنِينَۖ وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ بَعۡدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ - عَسَىٰ رَبُّهُۥٓ إِن طَلَّقَكُنَّ أَن يُبۡدِلَهُۥٓ أَزۡوَٰجًا خَيۡرٗا مِّنكُنَّ مُسۡلِمَٰتٖ مُّؤۡمِنَٰتٖ قَٰنِتَٰتٖ تَٰٓئِبَٰتٍ عَٰبِدَٰتٖ سَٰٓئِحَٰتٖ ثَيِّبَٰتٖ وَأَبۡكَارٗا التحریم : ۴، ۵

[اور اگر تم اس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو تو یقینا اللہ خود اس کا مددگار ہے اور جبریل اور صالح مومن اور اس کے بعد تمام فرشتے مددگار ہیں۔ اس کا رب قریب ہے، اگر وہ تمھیں طلاق دے دے کہ تمھارے بدلے اسے تم سے بہتر بیویاں دے دے، جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، اطاعت کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں ہوں، شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں]

الحاصل جن بیبیوں کو افشاے راز کی وجہ سے توبہ کی ہدایت ہوئی تھی، اُن بیبیوں کو اگر حضرت طلاق دیتے تو بلاشک اُن سے اچھی بیبیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتیں اور جب نہ قرآن سے اور نہ کسی ایسی حدیث سے جو اہل السنة والجماعت یا شیعہ کے یہاں متمسک بہ ہو، یہ بات ثابت ہوئی کہ اُن بیبیوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دی، خصوصاً حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں تمام عمر رہنا اخبار اور واقعاتِ متواترہ فریقین سے ثابت ہے۔ تو لامحالہ اُن بیبیوں کا تائب ہونا قرآن سے ثابت ہوا۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ اگر ان بیبیوں نے توبہ نہ کی ہوتی اور اُن کی توبہ قبول نہ ہوئی ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبغوضاتِ الٰہی کی مصاحبت اور مواصلت ہرگز ہرگز گوارہ نہ فرماتے اور بموجب ایماے حق سبحانہ تعالیٰ ضرور ان بیبیوں کو طلاق دے کر ان سے اچھی بیبیاں ان کے عوض میں اللہ سے لیتے، نعمتِ الٰہی کو باوجود وعدہ کے ہرگز ترک ورد نہ فرماتے۔ پس ان بیبیوں کو طلاق نہ دینا اور حضرت عائشہ وحضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا خصوصاً تمام عمر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہنا دلیل صریح اس کی ہے کہ وہ بیبیاں جو مفشی راز ہوئی تھیں، بلاشک وشبہ تائب ہوئیں اور ان کی توبہ قبول کر کے اللہ تعالیٰ نے جمیع صفتیں مسلمات ومومنات وقانتات وعابدات وسائحات وغیرہا کی اپنے فضل وکرم سے ان میں جمع کر دیں۔

آیتِ کریمہ : اَلطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ النور: ۲۶] جو خاصتاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد واقعہ سورۂ تحریم کے نازل ہوئی اور کسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل نہ ہوئی، جو شخص اس آیت کی تلاوت کے بعد ازواج مطہرات خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بشر بہ آیت کریمہ : یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ الأحزاب: ۳۲] کو خباثت اور غیر تائب ہونے کا الزام دے گا، بلاشک وشبہ وہ شخص خبیث النفس اور بندہ ہویٰ وہوس ہوگا۔

صرف آیتِ کریمہ : اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ میں تامل کرنے سے صاف ظاہر تھا کہ جب اللہ نے خود توبہ کی ہدایت کی اور قبولِ توبہ اس شرط کی جزا مقدر فرمائی تو ضرور وہ حضرات تائب ہوئیں، صراحتاً ان کی توبہ کے ذکر کرنے کی کلام میں کوئی حاجت نہ تھی اور آیت : اِنْ طَلَّقَكُنَّ وغیرہا تو نص ہے کہ بلاشک ان کی توبہ مقبول ہو کر مراتب ومدارج علیا سے سرفراز ہوئیں۔

ثانیاً: ظاہر ہے کہ افشائے راز میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ذکرِ صریح سے قرآن ساکت ہے، بلکہ ان حضرات کی طرف افشائے راز کی نسبت صریح صرف حدیث کے رو سے کی جاتی ہے، تو جب حدیث سے ان بیبیوں کا تعین قابلِ تسلیم سمجھا گیا تو پھر حدیثوں سے اور قابلِ اعتبار کیوں نہیں سمجھا جائے گا، جو اس سوال کے جواب میں نص قرآنی کا ہونا ضروری سمجھا گیا ہے۔ بعونہ تعالیٰ اگرچہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کا الزام سے بَری ہونا محض قرآن سے ثابت ہوگیا، پھر جب اس کا تعین حدیث ہی سے ثابت ہے تو دوسرا جواب حدیث سے لیجیے۔

صحیحین میں مروی ہے کہ لوگوں نے مشہور کردیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کو طلاق دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خبر کو سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ لوگوں نے یہ مشہور کردیا ہے تو ہم کہہ دیں کہ یہ بات غلط مشہور ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے پاس آکر باآواز بلند پکار دیا کہ حضرت کے طلاق دینے کی خبر غلط مشہور ہے اور آیتِ کریمہ : وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ [النساء: ۸۳] [اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کردیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں] نازل ہوئی۔

اسی حدیث میں سورت تحریم کے نزول کا واقعہ مروی ہے کہ جب آیتِ کریمہ : يٰٓاَيُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا * وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا [الأحزاب: ۲۸، ۲۹] نازل ہوئی، یعنی

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیبیوں سے کہہ دو اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو ہم تم کو مال ومتاع دیں اور اچھی طرح سے تم کو رخصت کریں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو تم محسنات میں سے ہو اور بے شک اللہ نے محسنات کے لیے بہت بڑا ثواب مہیا کیا ہے۔"

اس آیتِ کریمہ کو سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پڑھ کر سنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر قبول کیا، پھر اور بیبیوں سے بھی آیتِ کریمہ تلاوت کرنے کے بعد یہی جواب ملا، پس جب ازواج مطہرات خصوصاً جن کا زوجیت میں تمام عمر رہنا یقینی ہے، بشر بہ آیتِ کریمہ : نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا الأحزاب: ۳۱] [اسے ہم اس کا اجر دو بار دیں گے اور ہم نے اس کے لیے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے] اور مشرف بہ آیتِ کریمہ : اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا الأحزاب: ۳۳] [اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کردے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کردے، خوب پاک کرنا] ہیں اور انھوں نے دنیا اور زینتِ دنیا پر لات مار کر اللہ اور رسول اور دارِ آخرت کو اختیار کیا ہے اور اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا الأحزاب: ۲۹] [تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے] کی خلعت پہنی ہے تو اس سے زیادہ ان کی قبولیتِ توبہ اور ان کے محسنہ ہونے کا ثبوت قرآن وحدیث سے اور کیا ہوگا؟

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کو غیر تائب یا غیر محسنہ سمجھے، لاریب خسر الدنیا والآخرۃ ہوگا۔ اگر ان بیبیوں نے سچے دل سے اللہ اور رسول اور دارِ آخرت کو اختیار نہ کیا ہوتا یا کسی فاحشہ مبینہ کی معاذ اللہ حضرت کی زندگی میں مرتکب ہوئی ہوتیں تو ضرور اللہ تعالیٰ ان کے حال کی خبر اپنے رسول کو دیتا اور ان بیبیوں کو اپنے رسول کی صحبت سے جدا کردیتا، چنانچہ الفاظِ قرآن جو کچھ سورت تحریم اور سورت احزاب میں ہیں، صاف صاف اس امر پر دال ہیں، جو ادنیٰ تامل سے ہر ذی فہم پر ظاہر ہے تو جب تک قرآن سے یا حدیث صحیح سے، اگرچہ شیعوں کے یہاں حدیث صحیح سے، یہ ثابت نہ ہو کہ ازواج مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی بی بی نے بعد آیتِ کریمہ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ کے معاذ اللہ کسی فاحشہ مبینہ کا ارتکاب کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجیت سے اس کو نکال دیا، یعنی طلاق دے دی، اس وقت تک خیالاتِ باطلہ ایسی مقدس بیبیوں کی نسبت ظاہر کرنا سخت جہالت ہے۔

افسوس ہزار افسوس کہ خیالاتِ باطلہ اور توہمات رکیکہ سے اَبرار کی اگر طرف برائیوں کا انتساب کیا جائے۔ ہائے اتنا بھی پیغمبر کا لحاظ نہیں کہ پیغمبر کی بیبیوں کی شان میں یہ تہمت تراشیاں اور اپنے حقیقی عیوب کا تذکرہ اگر کسی سے سنیں تو اس کی جان کے دشمن ہوجائیں۔ نعوذ باللہ من الجھل والحمق والکفر۔

الزامِ ثانی بھی دو وجہ سے مدفوع ہے:

اولاً: اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بی بی کے کسی فعل کو بلفظ کفر تعبیر نہیں کیا اور نہ کسی بی بی کی مثال زنانِ نوح ولوط علیہما السلام کے ساتھ دی ہے اور بعض بیبیوں نے جو افشاءِ راز کیا، وہ کوئی ایسے امر سے متعلق ہی نہ تھا

کہ اُس میں کفر کا وہم ہو۔ بات تو یہی تھی جو حدیثوں سے سنی وشیعہ دونوں کے یہاں ثابت ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اِذن لے کر اپنے باپ کے گھر کسی ضرورت سے گئی ہوئی تھیں اور ان کی غیبت میں اُن کے فراش پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ قبطیہ اپنی لونڈی کی عزت افزائی کی۔ اُسی دوران میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا لوٹ کر آگئیں اور اس امر سے مطلع ہو کر انھوں نے بہت کچھ رنج وغیرہ ظاہر کی اور رو کر کہنے لگیں کہ میری جگہ پر لونڈی سرفراز کی جائے!!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خاطر سے فرمایا کہ ہم نے ماریہ قبطیہ کو حرام کرلیا، اس کو کسی پر ظاہر نہ کرنا، جس پر آیتِ کریمہ نازل ہوئی : يٰٓاَيُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کمال مسرت سے اور بمقتضائے اُس جبلت کے جو عورتوں میں ہوتی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا کہ حضرت نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کو دنیا کے امور سے سمجھ کر اس کی اطاعت ضروری نہ سمجھا۔ یہ قصورِ فہم ہوا۔

اس خبر کی شہرت سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے توبہ کی ہدایت فرمائی اور تہدید کی۔ بعض روایت میں وہ رازیوں مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض ازواج کے یہاں شہد پیا کرتے تھے اور بیبیوں پر یہ شاق گزرا تو صلاح کرکے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اِن لوگوں نے یہ بات کہی کہ آپ کے پاس سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے شہد پیا ہے، اب پھر اس کو نہ پیوں گا، اس کو کسی سے ظاہر نہ کرنا، جن بی بی سے کہا تھا، وہ کمال خوشی سے کہ اب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہد نہ پینے جائیں گے، نہ زیادہ قیام فرمائیں گے، نہ ہم لوگوں کو رشک ہوگا، دوسری بی بی سے کہہ دیا، اس پر آیت مذکور الصدر سورۂ

تحریم کی نازل ہوئی۔

الحاصل روایت کوئی ہو، وہ بات جوظاہر کی گئی، اُس کو بیبیوں نے امورِدین سے نہ سمجھا اور یہ نہ سوچا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ظاہر کردینے میں اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج واذیت ہوگی تو اللہ کا عتاب ہوگا۔ گو بات تو خفیف وحقیر ہے، بات محبوبِ رب قدیر کی ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت جو اس بات کے افشا سے آپ کو پہنچی پسند نہ آئی، لہٰذا بیبیوں پر تہدید اور چشم نمائی کردی اور جو کچھ ان آیتوں میں بحث ہے، کے ساتھ ان کی مثال دی۔ الزام اول کے جواب میں مذکور ہے اور کہیں اللہ تعالیٰ نے ان بیبیوں کے کفر کی طرف اشارہ کیا ہے اور نہ زنانِ نوح ولوط i

ثانیاً: معلوم ہوکہ شاید سائل نے تمھیں آیتِ کریمہ: ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوا امۡرَاَتَ نُوۡحٍ وَّ امۡرَاَتَ لُوۡطٍ ؕ کَانَتَا تَحۡتَ عَبۡدَیۡنِ مِنۡ عِبَادِنَا صَالِحَیۡنِ التحریم: ۱۰] [اللہ نے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی، وہ ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں] سے سمجھا ہے کہ یہ آیت بھی اول سورۂ تحریم میں ہے اور اس میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی عورتوں سے بحث ہے، لہٰذا اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا کا مصداق معاذ اللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج طیبات کو اور ان کے فعل کو معبر بکفر سمجھا، ان کی مثال امراۃِ نوح ولوط کے ساتھ دی۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ حالانکہ سائل اگر اس قدر بھی خیال کرتا کہ یہ آیت آخر سورہ تحریم میں ہے اور وَاِذۡ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعۡضِ اَزۡوَاجِہٖ اول سورہ میں ہے، درمیان میں اور امور سے بحث ہے تو اس کا ذہن اس سوال کی طرف نہ جاتا اور ذی فہم پر تو یہ امر خوبی منکشف ہے کہ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سے قبل یہ آیتِ کریمہ ہے: یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ جَاہِدِ الۡکُفَّارَ وَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَ اغۡلُظۡ عَلَیۡہِمۡ ؕ وَ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ [التحریم: ۹][اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کر اور ان پر سختی کر اور ان کی جگہ جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے

صریح کَفَرُوۡا صیغہ جمیع مذکر غائب کا ہے اور اَلَّذِیۡنَ اسم موصول جمع مذکر کے لیے ہے، اس سے وہی کفار اور منافقین مقصود ہیں، جن کا ذکر صدرِ آیت میں ہے۔ زبردستی عورتوں کی طرف وہ بھی عورتیں مومنہ وہ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کی طرف ضمیر پھیر دی جائے تو اس کا کیا علاج ہے؟ باقی رہی تمثیل امراۃِ نوح اور امراۃِ لوط کی اور شاید سائل کو اسی نے دھوکے میں ڈالا ہے تو قطع نظر اس کے کہ ممثل لہ مذکر ہے اور اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مذکر کے لیے ہے، اصل مقصود ظاہر کیا جاتا ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار اور منافقین سے جہاد کا حکم دیا، اور اس لیے کہ کفار اور منافقین میں اکثر عزیز و قریب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں امراۃِ نوح اور لوط کی مثال بیان فرمائی کہ قرابت اور معیت نبی کی کافر و منافق کو مفید نہیں، جس طرح امراۃِ نوح اور لوط کو نبی کی قرابت اور معیت بوجہ کفر کے مفید نہیں ہوئی، اس جگہ عورت کی مثال میں دو نکتے ہیں۔

اولاً یہ کہ مرد پر جس قدر بارِ کفالت زوجہ کا اور اس کو تعلق زوجہ کے ساتھ ہوتا ہے، اس قدر دوسرے قریب کے ساتھ نہیں ہوتا تو جب زوجہ کافرہ کی زوجیت نبی کے ساتھ کے باوجود بارِ کفالت وقوتِ تعلق کے کچھ مفید نہیں تو دوسری قرابت کا تعلق کافر کا نبی کے ساتھ کب مفید ہوگا؟ اس کے ساتھ جہاد اور اس کا قتل بر تقدیر کفر ہر گز محلِ تامل نہیں۔

ثانیاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت ناقص العقل اور ناقص الفہم ہوتی ہے، اس کی شان سے وقوعِ خطا اکثری ہے، لہٰذا عورت کی گرفت بمقابلہ مرد کے مناسب نہیں ہے، لیکن کفر و شرک وہ خطا افحش ہے کہ نبی کی بیبیاں جو اس میں بتلا ہوئیں تو ان کو نبی کی زوجیت باوجود عورت اور ناقص العقل ہونے کے کچھ کام نہ آئی، دیکھو امراۃِ نوح اور لوط کو، پھر جب عورتوں کا یہ حال ہے تو کفار اور منافقین جو رجال ہیں، تو ان کو نبی کی قرابت کب کام آسکتی ہے، ان سے ضرور جہاد کرو، بلکہ وَاغۡلُظۡ عَلَیۡہِمۡ ؕ وَ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ اور جب اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے مثال دی کہ کافر کو نبی یا ولی کی قرابت کام نہیں آتی تو مومن کی قرابت کافر سے مومن کو مضر ہوگی یا نہیں؟ تو اس کا بتانا بھی مناسب مقام ہوا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے امراۃِ نوح ولوط کے بعد امراۃِ فرعون اور حضرت مریم علیہا السلام [کی مثال مومنین کے لیے دی۔ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا امۡرَاَتَ فِرۡعَوۡنَ ۘ اِذۡ قَالَتۡ رَبِّ ابۡنِ لِیۡ عِنۡدَکَ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّۃِ وَ نَجِّنِیۡ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ وَ عَمَلِہٖ وَ نَجِّنِیۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ * وَ مَرۡیَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ الَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَہَا فَنَفَخۡنَا فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِنَا وَ صَدَّقَتۡ بِکَلِمٰتِ رَبِّہَا وَ کُتُبِہٖ وَ کَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِیۡنَ] التحریم: ۱۱، ۱۲

اور اللہ نے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی، جب اس نے کہا: اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچا لے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔ اور عمران کی بیٹی مریم کی (مثال دی ہے) جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی ایک روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کی باتوں کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت کرنے والوں میں سے تھی]

حاصل یہ کہ ایمان مضبوط ہونا چاہیے، اگر ایمان مضبوط ہے تو نجات ہے، جس طرح زنِ فرعون کہ عورت ہو کر کامل الایمان تھیں تو فرعون کی زوجیت و معیت اور اس کا ظلم ان کے ایمان اور عاقبت کے لیے کچھ بھی مضر نہ ہوا، اسی طرح جن لوگوں کا ایمان کامل ہے، اگرچہ ان کے عزیز و اقارب کافر ہوں، لیکن وہ ہر گز اپنے ایسے قرابت مندوں کا لحاظ و خیال نہیں کرتے اور ان کی معیت سے پناہ اور نجات کی دعا کرتے ہیں۔ اس تمثیل سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ جانبین تمثیل میں بصورت تحقق علاقہ زن و مرد ہونے کا اختلاف ہر گز مانعِ تمثیل نہیں۔

الحاصل دونوں آیتوں میں دونوں مثالیں اس غرض سے دی گئی ہیں کہ کافر اور منافق سے جہاد میں تغافل و تکاسل بہ پاسِ قرابت نہ ہو اور دونوں مثالوں میں عورت ہی کی مثال دی گئی، تاکہ مردوں کو غیرت آئے کہ ایمان میں پاسِ قرابت کیسا؟ کافر باپ ہو اور خدا کی مقرر کی ہوئی شرائط پائی جائیں تو قتل کر دو، اللہ کے دشمن کو زمین پر حتی الامکان نہ چھوڑو اور حضرت مریم [کی تمثیل سے اس سورۂ مبارک میں ایک فائدہ عظیم یہ ہے کہ اول سورہ میں ازواج مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت چشم نمائی اور ان کی تعلیم ہوئی، جس طرح خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تعلیم ہوئی:

[یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ۔۔۔ التحریم: ۱]

[اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا ہے؟]

تو اس قدر عتاب بھی منافقین کے لیے موجبِ مضحکہ اور طعن کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کے ساتھ ہوا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی خطا کو عفو کر کے بڑے بڑے مراتب اور مدارج عنایت فرمائے، ۔ کما سبق۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم [کی مثل کے ساتھ ازواج مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مومنین کو تسکین دی کہ اگر منافقین کچھ مضحکہ و طعن مقدس بیبیوں کی شان میں کر لیں تو صبر مناسب ہے، جس طرح حضرت مریم [کو ان کی قوم نے

معاذ اللہ زنا کی تہمت دی، مگر انھوں نے صبر کیا اور صابرین وقانتین میں داخل ہوئیں اور کفار و منافقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جہاد اور سختی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سورہ میں حکم دیا۔ اگر مخالف کو عقل اور تمیز ہو تو اب سے بھی سنبھل جائیں اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کی شان پاک میں بیہودہ گوئی نہ کریں۔ سوال اول کا جواب تمام ہوا۔

سوال دوم:

صحیح مسلم (۳۹۴/۲) میں ہے:

"عن عائشة سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لایذھب اللیل والنھار حتی تُعبَدُ اللّاتِ والعزی۔ فقلت: یارسول اللہ اِن کنت لأظن حین أنزل اللہ ھُوَالَّذِیۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡھُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ الی قولہ وَلَوۡکَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ اَن ذلک تام۔ قال: اِنہ سیکون من ذلک ماشاء اللہ، ثم یبعث اللہ ریحا طیبۃ فتوفی کل من فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من اِیمان فیبقیٰ من لاخیر فیھم فیرجعون اِلی دین آبائھم"[1][2]

''یعنی دنیا ختم نہ ہوگی، اے عائشہ! جب تک کہ تم لات و عزی کو نہ پوجو۔ کہا ام المومنین نے اے رسول اللہ! مجھے گمان تھا کہ جو مشرف بہ اسلام ہوا، رستگار رہے۔ فرمایا حضرت نے کہ عنقریب میرا گفتہ واقع ہوگا، یعنی جس کے قلب میں برابر دانہ خردل کے ایمان نہ ہو، اگرچہ بظاہر مومن ہو، اپنے دینِ آباءِ کفار میں داخل ہوتا ہے۔''

یہ حدیث و ترجمہ اس کا مجمع البحرین سے نقل کی گئی ہے، فقط۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ عائشہ نے لات و عزی کی پرستش کی اور طرف دین کفار کے اپنے کو رجوع کیا۔ اگر یہ امر واقع نہ ہوا تو معاذ اللہ پیغمبر خدا پر جھوٹ فرمانا لازم آتا ہے اور اگر بموجب خبر کے صنم پرستی عائشہ سے صادر ہوئی تو ان کے کفر میں کیا شک ہے؟ فقط

جواب:

میں نہیں جانتا کہ صاحبِ مجمع البحرین کون شخص اور کس پایہ کا آدمی ہے اور اگر سائل کی نقل صحیح ہے اور جو عبارت ترجمہ کی سائل نے نقل کی ہے، وہ عبارت در حقیقت صاحب مجمع البحرین کی ہے تو صاحب مجمع البحرین محض ایک سادہ آدمی معلوم ہوتا ہے، اس کے ترجمہ کو حدیث سے کچھ تعلق نہیں اور ترجمہ کی صحت تو ایک طرف، صیغہ تک نہیں پہچانتا۔ شاید میزان بھی یاد نہیں ہے۔ حدیث کو صیغہ واحد مونث حاضر مضارع معروف اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب اور ضمیر مخاطب کو فاعل سمجھا ہے، حالانکہ میزان پڑھنے والا طالب العلم بھی اس صیغہ کو ایسا نہ سمجھتا۔ صیغہ واحد مونث غائب مضارع مجہول کا پڑھتا اور صیغہ واحد مونث حاضر مضارع معروف سمجھنے والے کو ہنستا اور کہتا کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خطاب ہوتا اور صیغہ واحد مونث حاضر مضارع معروف کا استعمال مقصود ہوتا تو "تعبدین" اور "اَن" مقدرہ بعد "حتی" کے عمل سے نون اعرابی گر کے ''تعبدي'' پڑھا جاتا۔ اب صاحبِ مجمع البحرین کی غلطی کہاں تک بیان کریں؟ حدیث کا ترجمہ صحیح بیان کردیتے ہیں، اس سے ناظرین غلطی سمجھ لیں گے اور سوال کا لغو ہونا جان جائیں گے۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ رات اور دن ختم نہ ہوجائے گا جب تک لات و عزی پوجی نہ جائے گی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں تو سمجھتی تھی کہ آیت کریمہ: ھُوَالَّذِیۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡھُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ الی قولہ وَلَوۡکَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ جس وقت اتری، یہ امر پورا ہونے والا ہے (یعنی سوائے دینِ اسلام کے کوئی دوسرا دین نہیں رہے گا اور آخر تک اسلام ہی کو قیام و ثبات رہے گا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا ہوگا، جب تک اللہ کو منظور ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا، جس کی وجہ سے ہر مومن جس کے دل میں دانہ خردل برابر بھی ایمان ہوگا، مرجائے گا اور جس میں نہ ہوگا وہی لوگ باقی رہ جائیں گے اور وہ لوگ اپنے باپ دادا کے دین پر لوٹ جائیں گے (تو جس کے باپ دادا لات و عزی پوجنے والے تھے، وہ لات و عزی کو پوجنے لگیں گے اور پھر دنیا ختم ہوجائے گی اور قیامت آئے گی۔ فقط

بھلا حدیث سے اور سوال سے کیا واسطہ ہے؟ اگر ہم حسبِ زعم باطل سائل فرض بھی کرلیں کہ وہ صیغہ واحد مونث حاضر مضارع معروف کا ہے تو اس وقت حدیث کا مطلب یہ ہوجائے گا کہ اے عائشہ! جب تک تم لات و عزیٰ کو نہ پوجوگی، اس وقت تک دنیا ختم نہ ہوگی اور وہ زمانہ وہ وقت ہوگا کہ اس وقت سوا بت پرست مشرکین کے کوئی مومن زندہ نہ ہوگا تو معاذ اللہ اس سے تنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا بت پرست ہونا لازم نہ آئے گا، بلکہ اکثر اہلِ بیت اطہار وائمہ اہلِ بیت رحمہم اللہ کا بھی بت پرست ہونا لازم آجائے گا، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کوئی زمانہ کوئی دن کوئی آن تمام عمر نہ گزرا کہ اس وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کوئی امام ائمہ اہلِ بیت اور رجال و نسائِ اہلِ بیت میں سے نہ رہا ہو۔ سائل سے کمال تعجب ہے کہ مجمع البحرین کے ایک غلط ترجمے کے بھروسے پر سوال کربیٹھا، یہ بھی نہ سوچا کہ اس حدیث کی راوی خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، وہ کیونکہ ایسی حدیث کو دعویٰ مومنیت کے ساتھ اعلان کرتیں۔ ضرور صاحبِ مجمع البحرین سے حدیث کے سمجھنے میں غلطی فاحش ہوئی ہے یا نقل ہی صحیح نہ ہو۔

سوال سوم:

"بخاری (۱۶۰/۵) میں ہے: "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطیبا فأشار نحو مسکن عائشة فقال: ھھنا ثلاثاً من حیث یطلع قرن الشیطان

فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے طرف خانہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے تین بار کہ اس جگہ شاخ ابلیس کی ہے۔'' یہ حدیث اور ترجمہ مجمع البحرین سے لکھا گیا ہے، اس حدیث سے صاف پایا جاتا ہے کہ اس گھر میں ضلالت بھری ہوئی تھی اور یہاں پر شاخِ ابلیس سے کیا مراد ہے اور سخت تردد کا مقام ہے کہ جس گھر میں شاخِ ابلیس ہو، وہاں پیوستہ پیغمبر خدا کی اوقات بسر ہو، دربعد رحلت کے وہی خانہ عائشہ مدفن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ فقط

جواب:

اس حدیث میں لفظ ''فتنہ'' و ''قام'' کا سائل نے شاید غلطی سے نہیں لکھا، ورنہ لفظ حدیث کا یوں ہے:

"عن نافع عن عبداللہ قال: قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیبا فأشار نحو مسکن عائشة فقال: ھنا الفتنة ثلاثاً من حیث یطلع قرن الشیطان"[1]

نافع رحمہ اللہ عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطاب کیا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف تین بار اشارہ کرکے فرمایا: یہاں فتنہ ہوگا، جہاں [

[سے شیطان کا سینگ (شاخ) نکلے گا

اس حدیث میں قرنِ ابلیس سے وہی مراد ہے، جو سائل نے سمجھا ہے، یعنی ضلالت و فتنہ۔ باقی رہا حدیث کا مطلب تو اس حدیث میں ظاہراً تین احتمال ہیں:

احتمال اول یہ ہے کہ طلوع ہونا قرنِ ابلیس کا حضرت عائشہ کے گھر سے مراد ہے۔

احتمال ثانی یہ ہے کہ قرنِ ابلیس سے معاذ اللہ صاحبِ خانہ، یعنی حضرت عائشہ کی ذات مراد ہے۔

احتمال ثالث یہ ہے کہ طلوع ہونا قرنِ ابلیس کا اس جانب سے مراد ہے، جس جانب حضرت عائشہ کا مسکن تھا اور وہ مشرق کی طرف تھا، یعنی مشرق کی جانب سے فتنہ اُٹھے گا۔

احتمال اول تو صریح باطل ہے، جو سائل کے نزدیک بھی محل تردد ہے، چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی، اور پھر باوجود اور احتمالات کے اس احتمال کو متعین کر کے ناحق تردد اور گمراہی میں کیوں پڑے؟

احتمال ثانی کے یقین پر باوجود احتمال ثالث کے کوئی دلیل نہیں، خصوصاً یہ احتمال احتمال اول سے بھی زیادہ تردد میں ڈالتا ہے اور مومن کی شان سے بہت بعید ہے کہ اس احتمال کو متعین کرے اور کیونکر اس احتمال کو کوئی مومن متعین کر سکتا ہے کہ اس میں صریح اہانت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے۔

اگر یہ احتمال فی الواقع صحیح ہوتا تو بعد علم کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسی زوجہ کی صحبت ایک آن کے لیے بھی گوارا نہ کرتے، چہ جائیکہ اور کثرت صحبت و محبت کی ہو اور تمام صحابہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ضلالت و فتنہ کا شعور ہو جاتا، خصوصاً راوی اس حدیث کے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کبھی اکرام اور احترام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نہ کرتے اور ان کے فضائل اور مناقب مشہور نہ کرتے، کیونکہ ان کے مناقب اور اس احتمال ثانی میں بہت بڑا تعارض اور تضاد ہے تو باوجود ان قباحتوں کے اور احتمال ثالث کے ہوتے ہوئے کسی مومن کا کام نہیں کہ احتمال ثانی کو متعین کر لے اور جب احتمال ثانی بھی کسی طرح متعین نہیں ہو سکتا تو لامحالہ احتمال ثالث متعین ہوا اور اس حدیث کے رو سے کسی اعتراض یا خدشہ اور شبہہ کرنے کی جگہ باقی نہ رہی اور قطع نظر اس بحث کے احتمال ثالث کا تعین دلیل سے ثابت ہے۔

اولاً یہ کہ "نحو مسکن عائشۃ" لفظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہے، بلکہ یہ لفظ راوی کا، یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے، جو کلمہ "ھنا" کی شرح میں مذکور ہوا ہے اور یہی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس واقعہ کی دوسری روایت میں اس کلمہ "ھنا" کی شرح

کما رواہ مسلم) [(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) اپنے ہاتھ کے ساتھ مشرق کی طرف اشارہ کیا] خود بخاری نے کتاب الفتن میں انھیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے)[1]" میں یہ عبارت فرماتے ہیں: "أومیٰ بیدہ نحو المشرق عبد اللہ بن عمر رضی اللہ][2]" اسی واقعہ میں یہ حدیث مرفوع روایت کی ہے: "عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما أنہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو مستقبل المشرق یقول: ألاإن الفتنۃ ھنا من حیث یطلع قرن الشیطان عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرق کی طرف منہ کر کے یہ کہتے ہوئے سنا: خبردار! یہاں سے فتنہ اٹھے گا جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا]

پس (آپ صلی اللہ علیہ][3]" مسکن عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پورب ہی طرف تھا، چنانچہ قسطلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں: "فأشار نحو مسکن عائشۃ أي ھنا فقال: ھنا أي جانب الشرق وسلم نے) مسکن عائشہ کی طرف، یعنی یہاں کہہ کر اشارہ کیا اور فرمایا: یہاں سے، یعنی جانبِ مشرق سے] اس تحقیق سے اور ان تینوں روایتوں کے ملانے سے ''کالشمس فی نصف النہار'' روشن ہو گیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مقصود "ھنا" کی شرح میں جانب مشرق کی تعیین ہے، نہ کہ تعیین مسکنِ عائشہ بخصوصہ۔ کسی سے "نحو المشرق"، کسی سے "وھو مستقبل المشرق" فرمایا، کسی سے "نحو مسکن عائشۃ" بھی سہی، کیونکہ مسکنِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما مشرق کی جانب تھا، غرض کہ الفاظ تین ہیں اور مقصود واحد، یعنی جانب مشرق سے فتنہ اور قرنِ ابلیس کا ظہور ہوگا۔

ثانیاً: ظہورِ فتنہ و قرنِ ابلیس جانب مشرق میں جس مقام سے ہوگا، دوسری حدیث مرفوع سے وہ مقام بھی متعین ہے، یعنی نجد جو مدینے سے جانبِ مشرق ہے۔ بخاری نے کتاب الفتن میں انھیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:

عن نافع عن ابن عمر قال: ذکر النبي صلی اللہ علیہ وسلم: ((اللھم بارک لنا في شامنا، اللھم بارک لنا في یمننا)) قالوا: یا رسول اللہ! وفي نجدنا؟ قال: ((اللھم بارک لنا في شامنا، اللھم بارک لنا في یمننا)) قالوا: یا رسول اللہ! وفي نجدنا؟ فأظنہ قال في الثالثۃ: ((ھناک الزلازل والفتن، وبھا یطلع قرن الشیطان)) [4]، یبدأ من المشرق

نافع رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت فرما۔ اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت فرما۔ صحابہ کرام] رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے نجد میں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ ہمارے شام میں برکت فرما۔ اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت فرما۔ انھوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے نجد میں؟ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینگ وہیں سے طلوع ہوگا]

نجد ''نون کی زبر اور جیم کی سکون کے ساتھ ہے۔ امام ''] [1]" شرح قسطلانی میں ہے: "نجد۔ بفتح النون وسکون الجیم۔ قال الخطابي: نجد من جھۃ المشرق، ومن کان بالمدینۃ کان نجدہ بادیۃ العراق، ونواحیھا، وھي شرق أھل المدینۃ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا: نجد مشرق کی جانب ہے، جو شخص مدینے میں ہو، اس کا نجد بادیہ عراق اور اس کے نواحی میں آتا ہے اور وہ اہلِ مدینہ کا مشرقی حصہ ہی بنتا ہے] اب بعد ان دلائلِ ساطعہ و براہینِ قاطعہ کے احتمال ثالث اچھی طرح متعین ہو گیا ولا محذور فیہ۔

سوال چہارم:

جناب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو بعد افشاءِ راز کے طلاق دیا اور طلاق عائشہ بدست علی سپرد کیا، چنانچہ حضرت علی نے بعد جنگِ جمل کے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دیا اور زوجیتِ پیغمبرِ صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے خارج کر دیا؟

جواب:

یہ محض غلط اور بے اصل بات ہے۔ اگر دعویٰ ہے تو کسی کتاب معتبر کی روایت صحیح سے، عام اس سے کہ وہ کتاب سنی کی ہو یا شیعہ کی، ثابت کیا جائے اور اس دعوے کا جھوٹا اور اس قول کا اتہام محض ہونا اس شخص پر ظاہر ہوگا، جس نے فریقین کی کتبِ معتبرہ اور روایاتِ صحیحہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت اور وفات کا واقعہ دیکھا ہوگا اور صحابہ کی روایات ازواج مطہرات خصوصاً حضرت عائشہ و حضرت حفصہ واُم سلمہ وغیرہن رضی اللہ عنھما سے دیکھی ہوگی اور اس سوال کے واضع سے سخت تعجب ہے کہ اس نے یہ خیال نہیں کیا کہ کہیں قرآن و حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہے کہ زوج کی موت کے بعد زوجہ مطلقہ ہو؟!

سوال پنجم:

تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ شیخین رحمہما اللہ کو پہلوے مبارک میں جناب پیغمبرِ خدا کے عائشہ نے دفن ہونے دیا اور ان کے فرزند امام حسن کو اپنے جد امجد کے پہلو میں دفن ہونے سے باز رکھا، بلکہ لاش حسن علیہ السلام پر اس قدر تیر باران کیا کہ کئی تیر ان کی کفن میں چسپاں ہوگئے۔ اگر عائشہ کو دعویٰ ملک تھا تو اس کا ثبوت کافی ہونا چاہیے اور اگر ترکہ کا زعم تھا تو عباس عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا بھی اس مکان میں ترکہ تھا۔

جواب:

بروے تعجب اور افسوس کا تو یہ مقام ہے کہ ناحق دین و دنیا برباد اور خراب کرنے کو کیوں مقدس لوگوں پر تہمتیں وضع کی جاتی ہیں؟ کسی روایتِ صحیحہ قابل الاعتماد میں نہیں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دفن ہونے نہ دیا اور اس قدر تیر باران کیا کہ کئی تیر کفن حضرت حسن رضی اللہ عنہ میں چسپاں ہوگئے۔[2] نعوذ باللہ من ہذہ التہمۃ!

جہاں تک بات ہے وہ صرف مروان کا مفسدہ اور فتنہ ہے اور جب حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا اس تہمت سے بری ہیں تو پھر اس بحث کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ اس مکان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دعویٰ وراثت تھا یا دعویٰ ملک۔ نفس الامر تو یہ ہے کہ دعویٰ وراثت آپ کو تھا ہی نہیں، کیونکہ آپ خود حدیث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ کے ترکہ کا کوئی وارث نہیں ہے، بلکہ صدقہ ہے۔ باقی آپ کی ملک ہونے میں شبہہ نہیں۔ سوال سوم کی حدیث جس میں ''نحو مسکن عائشہ'' مروی ہے، اس میں ظاہر ہے اور اگر وہ مکان آپ کی ملک نہ تھا تو حضرت شیخین یا حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ سے اپنے دفن ہونے کی اجازت کیوں طلب کرتے؟ فقط بعونہ تعالیٰ۔ پانچوں سوالوں کے جواب شافی تمام ہوگئے۔

حررہ: محمد رشید غازیپوری عفی عنہ

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

مجموعہ فتاویٰ عبداللہ غازی پوری

کتاب الصلاۃ، صفحہ:76

محدث فتویٰ

---

[1] (إرشاد الساري (١٩/١٨٩)

[2] (اس کی تفصیل ''سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا'' (ص: ۱۴۱۔ ۱۴۴) مصنفہ سید سلیمان ندوی میں دیکھنی چاہیے۔ (عبدالسمیع غفرلہ

---

[1] (صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٩٠٥

[2] (صحیح البخاري، رقم الحدیث (٦٦٨٠) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٩٠٥

[3] (إرشاد الساري للقسطلانی (٥/١٩٨)

[4] (صحیح البخاري، رقم الحدیث (٦٦٨١

---

[1] (صحیح البخاري، رقم الحدیث (٢٩٣٧

---

[1] اصل سوال میں ایسے ہی مرقوم ہے۔

[2] (صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٩٠٧